ابوسفیان ثاقب
حاصل پور

قسط : ۱

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ولادت اور ابتدائی حالات

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل ۶۰۸ء میں عرب کے مشہور معروف قبیلہ "قریش" کے نامور خاندان بنوامیہ میں "ابوسفیان صخر بن حرب" کے ہاں ایک فرزند ارجمند نے جنم لیا۔ پورے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بچے تو سب ہی کی آنکھوں کے تارے ہیں، مگر کسے خبر تھی کہ خاندان بنوامیہ کا یہ چشم و چراغ ایک دن ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل رقبہ پر پھیلی ہوئی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا خلیفہ و فرمانروا ہو گا؟ اور پھر چشم فلک نے دیکھا، دوستوں اور دشمنوں سمیت پورے عالم پر آشکارا ہو گیا کہ تدبیر و سیاست اور نظام امور سلطنت میں تاجدار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلیل القدر اور پیارے صحابیؓ اور اسلامی خلافت کے نامور تاجدار کا کوئی ثانی نہیں۔

مکہ مکرمہ کی مقدس فضاؤں میں آسمان نبوت پر طلوع ہونے والے اس درخشاں ستارے کا نام نامی اسم گرامی "امیرالمومنین امام المتقین خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولانا حضرت امیر معاویہؓ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھا۔"
آپ کے والد ماجد حضرت ابوسفیانؓ مسلمان ہونے سے قبل ہی اپنے خاندان میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے آپ قبیلہ کے معزز سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے آپ کے مسلمان ہونے کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر خوشی ہوئی کہ آپؐ نے اعلان فرمایا "جو شخص بھی ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا، اسے امن دیا جائے گا۔" اور پھر سیدنا ابوسفیانؓ کی بقیہ زندگی اسلام کی اشاعت و سربلندی کے لئے مجاہدانہ قربانیوں میں گزری۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین اور غزوہ یرموک میں شرکت کی۔ محاصرہ طائف میں حیران کن خدمات سرانجام دیں۔ اسی غزوہ میں آپ کی ایک آنکھ اللہ کی راہ میں قربان ہو گئی۔ غرضیکہ دین اسلام کی خاطر سیدنا ابوسفیانؓ کی خدمات لائق تحسین و ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت ابوسفیانؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ انہیں ابوسفیانؓ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب صرف پانچ ہی پشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ بچپن ہی سے آپ میں امارت و سیادت، اولوالعزمی اور بلندی مرتبہ کے آثار نمایاں تھے۔ ابھی آپ لڑکپن ہی میں تھے کہ عرب کے ایک قیافہ شناس نے آپ کو گھٹنے کی حالت میں دیکھا تو بولا "میرا خیال ہے یہ لڑکا اپنی قوم کا سردار بنے گا۔" ایک مرتبہ آپ کے والد محترم حضرت ابوسفیانؓ نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا "میرا بیٹا بڑے سر والا ہے اور اس لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے۔" آپ کی والدہ محترمہ ہندبنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو کہنے لگیں "صرف اپنی قوم کا؟ میں اس کو روؤں اگر یہ پورے عالم عرب کی قیادت نہ کرے۔" ماں باپ نے آپ کی تربیت خاص طور پر کی۔

بچپن بڑے ناز و نعم اور لاڈ پیار سے گزرا سرداروں اور رئیس کے بچوں کی طرح آپ کی پرورش ہوئی۔ لڑکپن سے جوانی میں قدم رکھا تو..... شہسواری، سپہ گری، شعر گوئی، نسبی تفاخر اور آداب و اخلاق میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ والدین نے بھی آپ کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مختلف علوم و فنون سے آپ کو آراستہ کیا اور اس دور میں جب کہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور سارے عرب میں جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا آپ کا شمار ان چند گنے چنے لوگوں میں ہونے لگا جو علم و فن سے آراستہ تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسلام لانے سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی آپ اعلیٰ صفات کے مالک اور کریمانہ اخلاق کے حامل تھے۔ علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "آپ اپنی قوم کے سردار تھے، آپ کے حکم کی اطاعت کی جاتی تھی اور آپ کا شمار مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔"

(البدایہ والنہایہ)

وہ دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھرپور جوانی کا دور تھا جب کہ باطل پرست مشرکین مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شر انگیزی اور فتنہ سامانی کا طوفان برپا کر رکھا تھا، حتیٰ کہ کفار مکہ آپؐ کے قتل کے درپے رہتے تھے (نعوذ باللہ) لیکن سیدنا معاویہؓ پر یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا خیال تک بھی کبھی آپؓ کے دل میں نہیں آیا۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ کی روایت ہے۔ "معاویہؓ کو اسلام سے کبھی عناد نہ تھا اور اس زمانے میں بھی جبکہ ان کے والد ابو سفیانؓ اسلام دشمنی میں پوری سرگرمی کے ساتھ مصروف تھے، حضرت معاویہؓ کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔" (تاریخ کامل) یہی وجہ ہے کہ غزوہ بدر، احد، خندق وغیرہ میں حضرت معاویہؓ کفار کی جانب سے کبھی شریک نہ ہوئے۔ حالانکہ آپ اس وقت جوان تھے اور ان لڑائیوں میں آپ کے والد سالار کی حیثیت سے شریک ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی محبت شروع ہی سے آپ کے دل میں اتر چکی تھی۔

قبول اسلام

قبول اسلام کے متعلق بروایت مشہور مؤرخ محمد ابن سعد، سیدنا معاویہؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں عمرۃ القضاء سے بھی پہلے اسلام لے آیا تھا، مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تم گئے تو تمہارا جیب خرچ بند کر دیا جائے گا۔" (طبقات)

دربار رسالت سے وابستگی اور عہد رسالت میں دینی خدمات

اسلام کی حقانیت جو کہ آپ کے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی ۷ھ کو عمرۃ القضاء کے موقع پر رنگ لائی۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغرض زیارت و عمرہ "حرم کعبہ" تشریف لائے ہوئے تھے۔

جب معاویہؓ اپنے والدین سے چھپ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ صحیح بخاری شریف اور مسند احمد بن حنبلؒ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت معاویہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو اپنے ہاتھوں سے سلجھایا اور قینچی سے درست کیا۔ البتہ جب مکہ مکرمہ واپس گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے اسلام کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلم کھلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کا موقع عنایت فرما دیا۔ فتح مکہ کے دن حضرت معاویہؓ اپنے والد محترم سیدنا حضرت ابو سفیانؓ کے ساتھ ہادی برحق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مسکرا اٹھے، مبارکباد دی اور اپنے قریب بٹھا لیا۔ اس وقت سیدنا معاویہؓ کی عمر پچیس سال تھی۔

حجاز میں سب سے معزز و ممتاز

قبیلہ "قریش" تھا اور قریش میں خاندان بنو ہاشم اور بنو امیہ کو جو عزت و شرافت اور بزرگی حاصل ہوئی وہ کسی اور خاندان کے حصہ میں نہ آ سکی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بنوہاشم میں سے ہوئے اور حضرت معاویہؓ بنوامیہ میں سے۔ ان دونوں خاندانوں کی باہمی محبت و قرابت کی روایات اتنی مضبوط اور متواتر ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ بنوہاشم کی طرح بنوامیہ بھی دعوت اسلام قبول کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار بنے اور دین اسلام کی اشاعت و سربلندی کے لئے بڑے بڑے حیرت انگیز کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس باب میں بنوامیہ کے فرزند جلیل سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

اسلام کے سایۂ رحمت و عافیت میں آنے کے بعد بہت جلد ہی حضرت معاویہؓ نے دربار نبویؐ میں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں خصوصاً حنین، طائف اور یمامہ کی مہمات میں شرکت کی۔ بالخصوص طائف میں اپنے والد محترم سیدنا ابوسفیانؓ کے ہمراہ تبلیغ و جہاد کی اہم خدمات پیش کیں۔ اور آپ کے والد ماجد سیدنا ابوسفیانؓ نے طائف کے رئیس الاعظم ابن الاسود کو حلقہ اسلام میں داخل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ سیدنا ابوسفیانؓ اور سیدنا معاویہؓ کی ان خدمات پر خوش ہو کر رحمت و سرور دوعالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کثیر مال غنیمت عطا فرمایا۔

(طبقات البدایہ والنہاریہ)

فتح مکہ کے بعد ہجرت اور مواخات ختم ہو چکی تھیں لیکن حضرت معاویہؓ چونکہ فتح مکہ سے دو سال قبل اسلام قبول کر چکے تھے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کی مواخات حضرت حتات مجاشعیؓ سے قائم فرمائی۔ یہ وہ امتیازی وانفرادی خصوصیت و فضیلت ہے جو حضرت معاویہؓ کے سوا کسی اور کو نہ مل سکی۔

(ابن ہشام، ابن خلدون، اسد الغابہ)

دربار رسالت میں حضرت معاویہؓ کا مقام

سیدنا حضرت معاویہؓ کا تعلق پڑھے لکھے گھرانے سے تھا۔ آپ کے دادا "حرب" نے سب سے پہلے حجاز میں عربی خط جاری کیا۔ محدث ابونعیم لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ بہترین کاتب اور خوشنویس تھے۔ مکہ مکرمہ سے آنے کے بعد سیدنا معاویہؓ مستقل طور پر خدمت نبویؐ میں رہنے لگے۔ آپ کی علمی پختگی اور اسلام سے والہانہ محبت کے باعث دربار رسالتؐ میں آپ کو خاص مقام حاصل ہو گیا اور جلد ہی آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی مقدس اور خوش نصیب جماعت میں شامل کر لیا گیا، جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی کے کیلئے مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ جو وحی آپؐ پر نازل ہوتی اسے قلمبند کرتے۔ اس اہم ترین خدمت کے انجام دینے والوں میں خلفاء راشدین اور بعض سابق الاسلام صحابہؓ بھی شامل تھے۔ مفتی حرمین الشیخ احمد بن عبداللہ طبری لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ ان میں حضرت معاویہؓ اور حضرت زیدؓ سب سے زیادہ کام کرتے تھے (خلاصۃ السیر) مصری فاضل حسن ابراہیم حسن نے لکھا ہے "یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اگرچہ حضرت معاویہؓ دیر میں مسلمان ہوئے، تاہم متبعین رسولؐ میں ہیں۔ ایمان واخلاص میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ دعوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور اس کی طرف سے مدافعت میں بہتوں سے آگے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر بڑا اعتماد تھا۔ آپؐ نے انہیں بلا کر کتابت وحی کی خدمات سپرد فرمائی۔ جسے حضرت معاویہؓ اتنے خلوص کے ساتھ سرانجام دیتے رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی

اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب

ترجمہ۔ اے اللہ معاویہؓ کو تحریر اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(ابن عبدالبر، الاستیعاب، اعلام الاسلام)

کتابت وحی کے علاوہ جو خطوط و فرامین دربار رسالت سے جاری ہوتے، انہیں بھی حضرت معاویہؓ تحریر فرماتے اور خطوط و مراسلہ جات کی نگرانی و ترسیل کا کام بھی آپ کے ذمہ تھا۔ اس طرح تاریخ اسلام میں صرف حضرت معاویہؓ ہی ایک ایسی عظیم اور خوش قسمت شخصیت ہیں، جنہیں سید الانبیاء فخر رسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی اور آفس سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کا

شرف حاصل ہوا۔ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بحیات رہے، حضرت معاویہؓ آپؐ کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ سفر و حضر میں بھی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں چلے تو حضرت معاویہؓ بھی پیچھے پیچھے ہولئے۔ راستہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی حاجت ہوئی، پیچھے مڑ کر دیکھا! معاویہؓ لوٹا لئے کھڑے ہیں۔ آپؐ بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ وضو کیلئے بیٹھے تو فرمانے لگے "معاویہؓ! تم بادشاہ ہونا تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور برے لوگوں کے ساتھ درگزر سے کام لینا۔" حضرت معاویہؓ کہا کرتے تھے کہ اسی وقت مجھے امید ہو گئی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ضرور سچی ہوگی اور میں کبھی نہ کبھی خلیفہ ہو کر رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جامع الترمذی میں ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دی اور فرمایا

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ

ترجمہ۔ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اللھم علمہ الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب۔

ترجمہ۔ اے اللہ معاویہؓ کو کتب اللہ کا علم دے اور شہروں میں اس کیلئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچا لے۔

(مجمع الزوائد منبع الفوائد)

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ نے فرمایا "اے معاویہؓ تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرا پیٹ اور سینہ آپؐ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے دعا دی۔

اللھم املأہ علما

اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔

(تاریخ الاسلام حافظ ذہبی)

ان روایات سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو دربار نبویؐ میں کیا مرتبہ حاصل تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کتنی محبت و شفقت فرماتے تھے۔

عہد خلفائے راشدین میں حضرت معاویہؓ کے مجاہدانہ کارنامے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد حضرت معاویہؓ اور آپ کے والد محترم حضرت ابو سفیانؓ نے خلیفہ اول بلا فصل سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں منافقین اور مرتدین کی شورش و بغاوت نے جب خطرناک صورت اختیار کر لی تو اس کے خلاف سب سے پہلی تلوار جس کی نیام سے باہر ہوئی وہ حضرت معاویہؓ کے چچا حضرت خالد بن سعیدؓ (اموی تھے)، اور ان کے بعد حضرت خالد بن ولید مخزومی۔ اس جنگ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں بے مثال بہادری کے جوہر دکھائے اور بعض روایات کے مطابق مسیلمہ کذاب کو بھی حضرت معاویہؓ نے ہی قتل کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ ان خوش نصیب مجاہدوں میں سے ہیں جن کو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی نگاہ انتخاب نے امت مسلمہ کی قیادت کیلئے چنا۔ امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے مشہور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمروؓ ابن العاص سے بھی پہلے حضرت معاویہؓ کے بھائی حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ کو دس ہزار کے لشکر پر امیر الجیش مقرر فرما کر فتوحات شام کیلئے روانہ فرمایا۔ ان کی روانگی کے بعد دوسرا لشکر تیار کیا اور اسے حضرت معاویہؓ کی سرکردگی میں، حضرت یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کی مدد کیلئے بھیجا۔ حضرت معاویہؓ حدود شام میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ کا مقابلہ "اردن" کے رومیوں سے ہوا،

جہاں آپ نے اپنی مجاہدانہ حربی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا اور رومیوں کو شکست فاش دے کر فتح و نصرت کا پھریرا لہراتے ہوئے اسلامی لشکر سے جا ملے۔ علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں "معاویہؓ نے کارہائے نمایاں پیش کئے اور وہاں اپنا بہترین اثر چھوڑا۔" اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے "مرج صفر" کے معرکہ میں بڑی شجاعت و دلیری سے خدمت جہاد انجام دی اور آپ کے چچا حضرت خالدؓ بن سعید اموی اس جنگ میں شہید ہوئے تو ان کی شہرہ آفاق تلوار آپ کے قبضہ میں آئی۔ آپ نے "دمشق" کی فتوحات میں بھی حصہ لیا اور اس کے بعد اپنے بھائی یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کے ساتھ شام کے چند مشہور قلعے "حید" و "عرفہ" کی طرف پیش قدمی کی' ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد دیگر چند علاقے جو رومیوں کے قبضہ میں گئے تھے انہیں چھین کر وہاں اسلامی سطوت و شوکت کا پرچم بڑی شان سے لہرا دیا۔ حضرت معاویہؓ کے ان کارناموں سے امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق بہت متاثر ہوئے اور آپ نے خوش ہو کر انہیں "اردن" کا عامل مقرر فرما دیا۔ (فتوح البلدان)

ان فتوحات کے بعد امیرالمومنین سیدنا عمرؓ فاروق نے "قیساریہ" کی مہم سر کرنے کیلئے حضرت معاویہؓ کا انتخاب فرمایا۔ "قیساریہ" بحر روم کے ساحل پر بڑا عظیم الشان شہر تھا اس شہر کی عظمت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے شہر پناہ پر ایک لاکھ آدمی رات میں پہرہ دیا کرتے تھے اور اس شہر کے تین سو بازار تھے۔

چنانچہ اس عظیم شہر کو فتح کرنے کے لئے حضرت معاویہؓ پندرہ ہزار کا لشکر لے کر میدان "قیساریہ" میں اترے۔ آپ کے مقابلہ میں دشمن ایک لاکھ ٹڈی دل لشکر لے کر نکلا۔ چونکہ حضرت معاویہؓ اول درجہ کے منتظم جنگ تھے' اس لئے آپ نے فوج کی ترتیب اس انداز سے کی کہ رومی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ غرضیکہ جنگ چھڑی' گھمسان کا رن پڑا' چند روز کی لڑائی کے بعد رومی پسپا ہو کر شہر بند ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ نے آگے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ دنوں تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں اور ہر بار رومی شکست کھاتے رہے۔

آخر ایک دن رومی بڑے جوش و خروش سے ایک لاکھ کا لشکر لے کر نکلے' بڑی خونریز جنگ ہوئی مگر مجاہدین اسلام کے جوش ایمانی اور جذبہ قربانی کے سامنے دشمن کی ایک نہ چلی یہاں تک کہ رومی میدان سے بھاگنے لگے۔ حضرت معاویہؓ نے بھاگتے ہوئے رومیوں پر ایک اور زوردار حملہ کیا جس سے ان کی رہی سہی قوت بھی ختم ہو گئی۔ اور حضرت معاویہؓ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ "قیساریہ" جنگی اعتبار سے ایک اہم مقام تھا' اس کی فتح سے گویا شام کی فتح مکمل ہو گئی۔ اس جنگ میں اسی ہزار رومی مارے گئے اس عظیم فتح کی خبر امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق تک پہنچی تو..... زبان مبارک سے بے ساختہ "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند ہوا۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ اس فتح سے رومیوں کے دلوں پر حضرت معاویہؓ کی دھاک بیٹھ گئی اور پھر وہ سر نہ اٹھا سکے۔ (سیر الصحابہ ۶/۳۸)

۱۸ھ میں جب حضرت معاویہؓ کے بھائی حضرت یزیدؓ بن ابو سفیانؓ انتقال فرما گئے تو امیرالمومنین کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ یزیدؓ سے بڑی محبت کرتے تھے کیونکہ وہ فتوحات شام میں بڑی نیک نامی اور شہرت حاصل کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کی یاد تازہ رکھنے کیلئے امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق نے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ کو "اردن" کے ساتھ ساتھ "دمشق" کا عامل بھی بنا دیا اور سب سے زیادہ ان کی تنخواہ مقرر فرمائی۔ صاحب تاریخ الامت لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ میں سیاست' حسن تدبیر' امانتداری اور حلم' ایسی صفتیں تھیں کہ حضرت عمرؓ فاروق ہمیشہ ان سے خوش اور ان کے مداح رہے۔

"دمشق" کے عامل ہونے کے بعد حضرت معاویہؓ فلسطین کے ان علاقوں کی طرف بڑھے جو فتح ہونے سے رہ گئے تھے اس سلسلہ میں شہر "عسقلان" کی فتح تاریخی اہمیت کی حامل ہے جسے آپ نے بزور شمشیر فتح کر کے وہاں اسلامی پرچم سربلند کیا۔

"شام" کی مکمل فتح کے بعد حضرت معاویہؓ نے وہاں کے نظم و نسق کی طرف خاص توجہ کی اور وہاں کی سیاست و مملکت کی تعمیر و ترقی کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ ایک مصری

فاضل نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ شام کے والی ہوئے تو ان کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر تھا۔ "اپنی دنیا کیلئے اس طرح کام کرو گویا تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور اپنی آخرت کیلئے اس طرح عمل کرو گویا تم کل ہی مر جاؤ گے۔"
چنانچہ حضرت معاویہؓ اپنے تقویٰ و پرہیزگاری کے باوجود خوشحال لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب امیر المومنین سیدنا عمرؓ فاروق "دمشق" گئے تو معاویہؓ کی ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر فرمایا! "کیا تم کسرویت پر اتر آئے ہو؟" آپ نے عرض کیا "ایسا تو نہیں ہے...... " دراصل بات یہ ہے کہ ہم ایسی سرحد پر ہیں جہاں دشمن کے جاسوس بکثرت ہیں۔ اس لئے یہاں ظاہری رعب وداب کی ضرورت ہے تاکہ کفار مرعوب رہیں۔ "یہ دیکھئے...... عباؤں کے نیچے تلواریں اب بھی موجود ہیں۔" سیدنا عمرؓ فاروق نے فرمایا "تم نے تو مجھے لاجواب کر دیا۔" (اعلام الاسلام ۲۶۹)

امیر المومنین سیدنا عمرؓ فاروق اعظم آخر دم تک حضرت معاویہؓ سے خوش رہے اور انہیں منصب امارت پر فائز رکھا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل جلیل مولانا احمد یار صاحب رضویؒ "امیر معاویہؓ پر ایک نظر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت معاویہؓ نہایت وجیہہ صحابی رسولؐ تھے۔ عمرؓ فاروق اور عثمانؓ غنی آپ سے خوش رہے حالانکہ عمرؓ فاروق نہایت محتاط اور حکام پر سخت گیر تھے۔ معمولی سے جرم میں حضرت خالدؓ بن ولید جیسے بہادر جرنیل کو معزول فرما دیا مگر حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ سے اتنے طویل دور حکومت میں کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی"

سیدنا عمرؓ فاروق کی شہادت کے بعد ۲۳ھ میں حضرت عثمانؓ غنی خلیفۃ المسلمین بنے تو آپ نے حضرت معاویہؓ کی ذہانت و فراست اور حربی صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں پورے شام کا گورنر بنا دیا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی اپنی بہترین صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ اور آزمودہ کار جرنیلوں کو فوج کی کمان سپرد کی اور ان کو مختلف مقامات پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے طرابلس فتح ہوا، اس کے بعد ۲۵ھ میں خود حضرت معاویہؓ ایک لشکر جرار لے کر آگے بڑھے اور انطاکیہ، طرطوس، شمشاط اور ملطیہ تک کے علاقے فتح کرتے ہوئے عموریہ تک چلے گئے اور ان علاقوں کی فتوحات کے بعد یہاں نئی بستیاں بسائیں۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے، فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اور مسلمانوں کو ان علاقوں میں لا کر بسایا۔

سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ

بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہوں گے کہ اسلام میں بحری بیڑے کے پہلے موجد سیدنا حضرت معاویہؓ ہیں۔ ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی فطرت عالمگیر تھی۔ ان کی ہمت عالی کا تقاضا یہ تھا کہ ایشیاء سے نکل کر یورپ اور افریقہ وغیرہ کو اسلام کے زیر نگیں کر کے اشاعت اسلام کی راہیں ہموار کی جائیں۔ اور یورپ و افریقہ پر حملہ ممکن نہ تھا جب تک کہ بحری بیڑہ نہ ہو۔ آپ کی دور اندیشی اور فراست ایمانی کا یہ فیصلہ تھا کہ اگر اسلام کو بحیثیت ایک نظام حیات دنیا پر غالب کرنا اور روم کی غیر اسلامی شوکت و سطوت کو اپنے پاؤں تلے روندنا ہے تو اس کیلئے بحری بیڑہ وجود میں لانا ناگزیر ہے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا فاروقؓ اعظم کے دور خلافت میں اس کا اظہار کیا۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر امیر المومنین سیدنا عمرؓ فاروق نے اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ نے عہد عثمانی میں اس پر اصرار کیا تو اجازت مل گئی اور ۲۸ھ میں پہلا اسلامی بحری بیڑہ روم میں اترا اور کچھ ہی دنوں بعد افریقہ و یورپ کی وسیع سرزمین پر اسلامی جھنڈا لہراتا ہوا نظر آیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں "حضرت معاویہؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کرایا اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے جہاد کی اجازت دی۔ پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرانا حضرت معاویہؓ کی محض ایک تاریخی خصوصیت ہی نہیں بلکہ اس لحاظ سے نہایت عظیم سعادت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا بحری جہاد کرنے والوں کے حق میں جنت کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح

البخاری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

ترجمہ۔ میری امت کے پہلے لشکر نے' جو بحری لڑائی لڑے گا اپنے اوپر جنت واجب کر لی ہے۔

۲۸ھ بمطابق ۶۴۹ء کو سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ سیدنا حضرت معاویہؓ کی قیادت میں قبرص (سائرس) پر حملہ آور ہوا۔ اس غزوہ میں آپ کی رفیقہ حیات فاختہؓ بنت قرظ بھی تھیں اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری' حضرت ابوذرؓ غفاری' حضرت ابو درداؓ' حضرت مقدادؓ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ بھی حضرت معاویہؓ کے زیر قیادت شریک جہاد تھے۔ اس جنگ میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی اور قبرص پر مسلمانوں کی فتح کا پھریرا لہرانے لگا۔ ۳۳ھ میں اہل قبرص نے معاہدے توڑ دیئے اس لئے دوبارہ جنگ کی نوبت آئی۔ اس وقت حضرت معاویہؓ نے سمندر میں جو بیڑے اتارے ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا بحری بیڑہ کتنا مضبوط تھا۔ فتح قبرص کے بعد حضرت معاویہؓ نے ——— شمشاط پر حملہ کیا اور اسے بھی دوبارہ فتح کرنے کے بعد وہاں پر ایک ہزار مجاہدین کا حفاظتی دستہ مقرر کیا۔ پے در پے شکستوں اور خصوصاً قبرص پر مسلمانوں کے قبضہ سے قیصر روم کے دل میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی۔ مشہور افریقی علاقے تیونس' الجزائر اور مراکش قیصر کے زیر حکومت تھے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے بڑی زبردست تیاریاں کیں اور بقول ابن اثیرؒ قیصر روم نے اس سے قبل کبھی مسلمانوں کے لئے اتنا اہتمام نہ کیا تھا۔

اس کے جنگی بحری جہازوں کی تعداد چھ سو تھی۔ چونکہ قیصر خود اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا' لہذا حضرت معاویہؓ بھی اس کے مقابلے پر نکلے۔ جب نصرانی اور مسلم بیڑے آمنے سامنے ہوئے تو سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں اور اس قدر گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہو گیا۔ رزم گاہ سے لے کر ساحل تک خون کی موجیں اچھلتی تھیں۔ آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گرتے تھے اور پانی انہیں اچھال اچھال کر اوپر پھینکتا تھا۔ آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور قیصر شکست کھا کر بھاگا۔ حضرت معاویہؓ کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا' آپ نے طرطوس اور لوبہ کے قلعوں پر بھی حملہ کر دیا اور انہیں بھی اپنے زیر نگیں کر کے واپس لوٹے غرضیکہ حضرت معاویہؓ اپنے زمانہ امارت تک رومیوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کرتے رہے۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ

یہودی النسل "عبداللہ ابن سبا" جو کہ بڑا مکار' عیار منافق اعظم تھا اور اسلام دشمنی میں بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کیلئے اس نے امیر المومنین سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کے خلاف سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانا شروع کیا۔ آپؓ پر طرح طرح کے الزام لگائے اور اس طرح مطعون کیا کہ بہت سے سادہ مزاج مسلمان اور بعض صحابہؓ تک بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس بدفطرت شخص نے پہلے مصر میں اپنی تحریک چلائی پھر تمام صوبوں کا دورہ کرتا ہوا شام آیا اور وہاں کے سیدھے سادے مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں اس کی پہلی ملاقات مشہور صحابی حضرت ابوالدرداؓ سے ہوئی وہ قاضی شہر تھے' اس کی گفتگو سنتے ہی فرمایا "تو مجھے یہودی معلوم ہو رہا ہے"۔ چنانچہ اسی طرح "عبداللہ ابن سبا" منافقت کا لبادہ اوڑھے سیدنا عثمانؓ اور سیدنا معاویہؓ کے خلاف لوگوں میں بدگمانیاں پھیلاتا رہا اور انہیں کافر کہتا رہا۔ امامیہ مورخ صاحب رجال کشی لکھتے ہیں کہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے عثمانؓ و معاویہؓ وغیرہ کو کافر کہا۔ حضرت معاویہؓ نے اس کو بلوایا اور ہر ممکن طریقے سے سمجھایا کہ وہ امت میں افتراق و اختلاف پھیلانے سے باز رہے لیکن وہ باز نہ آیا اور ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کرتا رہا۔ آخر حضرت معاویہؓ نے اس کو شام سے نکال دیا اور

یہ دوسرے صوبوں میں پہنچا اور وہاں امیرالمومنین کے خلاف ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔
(طبری ۲/۲/۲۷۹ ۳٬ ابن خلدون ۲۱۰/۴)

حالات جب زیادہ ہی خراب ہو گئے تو امیرالمومنین سیدنا عثمان غنی نے بزرگ صحابہؓ٬ عمال حکومت اور معززین قریش کو مشورہ کیلئے طلب فرمایا۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ دمشق سے آئے اور امیرالمومنین کو مشورہ دیا کہ آپ ملک شام تشریف لے چلیں وہاں ہر طرح کا امن وسکون ہے۔ انشاءاللہ کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "مجھے دیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑنا گوارا نہیں۔" حضرت معاویہؓ نے کہا اچھا تو پھر اپنی حفاظت کیلئے ایک دستہ فوج کا مقرر فرما لیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا "مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ میں فوجیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو اذیتیں دوں۔" یہ سن کر حضرت معاویہؓ رونے لگے اور یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے...... "امیرالمومنین مجھے اندیشہ ہے کہ باغیوں کے ہاتھوں آپ شہید ہو کر رہیں گے۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا "اگر اللہ تعالی کی یہی مرضی ہے تو میں اس پر راضی ہوں۔"

بلوائیوں کی شورش روز بروز بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ امت مسلمہ میں قیامت تک کیلئے افتراق و اختلاف کی بنیاد بننے والا وہ افسوسناک دن آ پہنچا اور ۱۸ ذی الحج ۳۵ھ میں امیرالمومنین خلیفہ ثالث صاحب حلم و حیا پیکر جود و سخا سیدنا مولانا حضرت عثمانؓ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے دردی و سفاکی سے شہید کر دیا گیا۔

سیدنا علیؓ المرتضی اور سیدنا معاویہؓ کا اختلاف

سیدنا حضرت عثمانؓ کی دردناک اور مظلومانہ شہادت کے بعد سیدنا حضرت علیؓ المرتضی چوتھے خلیفہ راشد ہوئے۔ آپؓ انتہائی نیک طبع٬ فرشتہ خصلت٬ پاک باطن اور سادہ مزاج بزرگ صحابیؓ تھے۔ آپ علم و عمل...... احسان و معرفت میں اتنے بلند مقام پر فائز تھے کہ آپؓ کے بعد آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ لیکن افسوس کہ آپ کا انتخاب بڑے پر آشوب اور ہنگامی دور

میں ہوا اور ان ہی لوگوں کے ہاتھوں ہوا جن کا دامن شہید مظلوم سیدنا عثمانؓ کے خون سے داغدار تھا۔ قاتلین عثمانؓ کو سیدنا علیؓ المرتضی کے گرد دیکھ کر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے تو بیعت کر کے توڑ دی اور خون عثمانؓ کے قصاص کے لئے آمادۂ بغاوت ہو گئے جس کے نتیجے میں جنگ جمل میں زبردست ٹکراؤ ہوا۔ جس میں ایک طرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسری طرف امیرالمومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ چونکہ بڑی اہمیت رکھتا تھا اس لئے حضرت معاویہؓ خود اس مطالبہ کو لے کر اٹھے۔ مطالبہ بہت موثر تھا اس لئے صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو گئی۔ "عبداللہ ابن سبا" کی جماعت نے امیرالمومنین سیدنا علیؓ المرتضی کے گرد گھیرا تنگ کر رکھا تھا اور وہ علیؓ و معاویہؓ کے درمیان اختلاف کی وسیع خلیج پیدا کر دینا چاہتے تھے٬ لہٰذا حضرت علیؓ المرتضی کی تخت نشینی خلافت کے بعد سبائیوں نے ضد کی کہ حضرت معاویہؓ سمیت تمام عمال عثمانی کو معزول کر دیا جائے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ٬ حضرت ابن عباسؓ اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت حسنؓ نے بھی عرض کی کہ حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھئے تاوقتیکہ خلافت مستحکم ہو جائے لیکن حضرت علیؓ صاحب اجتہاد تھے انہوں نے حضرت معاویہؓ سمیت تمام عمال کی معزولی کا پروانہ جاری کر دیا۔

ایک جلیل القدر صحابی حضرت جریرؓ بن عبداللہ کو حضرت معاویہؓ سے حضرت علیؓ کی بیعت لینے کیلئے شام بھیجا گیا۔ جب وہ دمشق پہنچے تو وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت نعمانؓ بن بشیر انصاری کے ہاتھوں میں حضرت عثمانؓ غنی کا خون آلود پیراہن ہے اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ کے ہاتھ کی کٹی ہوئی انگلیاں ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ساٹھ ہزار شیوخ شام کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہیں اور وہ قسمیں کھا رہے ہیں کہ جب تک خون عثمانؓ کا انتقام نہ لے لیں گے ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے۔ عیش و آرام سے دور رہیں گے یہ دردناک منظر

دیکھنے کے بعد حضرت جریرؓ واپس آئے اور حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیرالمومنین میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ شامی حضرت عثمانؓ کے غم میں مضطرب و بے قرار ہیں انہوں نے قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینے کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ کے قاتل مالک اشتر نخعی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور بولا! "امیرالمومنین جریرؓ نے معاویہؓ سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے میں جاتا تو معاویہؓ سے بیعت لئے بغیر واپس نہ آتا۔ اجازت دیجئے تو اسے قید کر دوں.....؟" (اصابہ ۱/۲۴۲)

آخر مالک اشتر جیسے ساتھیوں کی شدت پسندی سے مجبور ہو کر حضرت علیؓ کوفہ سے اسی ہزار کا لشکر لے کر نکلے اور شام کی طرف بڑھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علیؓ شام پر چڑھائی کیلئے آ رہے ہیں تو یہ بھی اہل شام کی مدافعت کے لئے ستر ہزار فوج کے ساتھ آگے بڑھے اور میدان صفین میں دونوں فوجیں آمنے سامنے خیمہ زن ہو گئیں۔ حضرت معاویہؓ مدافعت کے لئے آئے تھے اور آپ کا مطالبہ صرف قصاص عثمانؓ کا تھا۔ بہرحال یہ افسوسناک اختلاف اور قتال ان مفسدین کی وجہ سے پیش آیا جو دونوں جانب غلط فہمیاں پھیلاتے اور جنگ کے شعلوں کو ہوا دیتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے موقف کی مکمل وضاحت البدایہ والنہایہ میں مذکور واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مختلف سندوں سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف کے دوران حضرت ابو مسلمؒ خولانی لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تاکہ ان کو حضرت علیؓ کی بیعت پر آمادہ کر سکیں اور جا کر حضرت معاویہؓ سے کہا "تم علیؓ سے جھگڑ رہے ہو کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم علم و فضل میں اس جیسے ہو؟" حضرت معاویہؓ نے جواب دیا "خدا کی قسم میرا یہ خیال نہیں' میں جانتا ہوں کہ علیؓ مجھ سے بہتر ہیں' افضل ہیں اور خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ مستحق ہیں' لیکن کیا تم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عثمانؓ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اس لئے مجھے ان کے خون کا قصاص اور بدلہ لینے کا زیادہ حق ہے۔ تم جا کر حضرت علیؓ سے یہ بات کہو کہ قاتلین عثمانؓ کو میرے سپرد کر دیں میں خلافت کو ان کے سپرد کر دوں گا۔" (البدایہ والنہایہ) حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ کے لشکر آمنے سامنے تھے مگر فریقین میں سے کسی کی بھی خواہش نہ تھی کہ جنگ چھیڑی جائے۔ چنانچہ پہلے خط و کتابت کے ذریعہ گفتگوئے مصالحت ہوئی اور حضرت علیؓ کے ایک خط کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے لکھا۔

"مجھے اس کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں فضیلت و بزرگی میں آپ کے برابر ہوں' میں تو صرف قاتلان عثمانؓ کا طالب ہوں۔"

(اخبار الطوال ۱۰۳' شرح نہج البلاغہ)

خط و کتابت سے کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہ آیا تو بعض مخلصین امت میدان مصالحت میں اترے۔ جن میں حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو امامہؓ تھے۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے کہا "علیؓ ہر بات میں تم سے افضل ہیں' تم ان سے جھگڑا کیوں کرتے ہو؟" حضرت معاویہؓ نے جواب دیا "ہمارا اور علیؓ کا جھگڑا صرف خون عثمانؓ کے قصاص کیلئے ہے۔" حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا "کیا عثمانؓ کو علیؓ نے قتل کیا ہے؟" حضرت معاویہؓ بولے "قتل نہیں کیا ہے' تو قاتلوں کو پناہ تو دی ہے' اگر وہ قاتلین عثمانؓ کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے کو تیار ہیں۔" ایک روایت میں ہے کہ یا وہ خود قصاص لیں' ہم ان کی بیعت کر لیں گے (الدینوری ۱۹۱)

امیرالمومنین سیدنا حضرت علیؓ المرتضیٰ کی راہ میں بھی کچھ ایسی مجبوریاں حائل تھیں جن کی بناء پر آپ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ بعض ہمدرد ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ امیرالمومنین آپ ان لوگوں کو سزا دے دیتے جنہوں نے عثمانؓ پر چڑھائی کی تاکہ معاویہؓ کا عذر ختم ہو جاتا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا "بھائیو! میں اس معاملے کی نزاکت سے بے خبر نہیں ہوں' لیکن قاتلین کو سزا دینے کی طاقت کہاں سے لاؤں یہ سب تمہارے درمیان موجود ہیں اور جو کچھ چاہتے ہیں تم سے کرا لیتے ہیں۔ کیا ان سے انتقام لینے کی تم میں ہمت ہے؟" (نہج البلاغہ ۲/۱۴۰)

دراصل یہ لڑائی نہ تو حق وباطل کا معرکہ تھا اور نہ ہی دو دشمنوں کی جنگ تھی بلکہ یہ تو کچھ غلط فہمیاں تھیں اور کچھ منافقین کی چالوں نے دو بھائیوں ' دو دوستوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا تھا۔ اس بات کا اندازہ اس ایمان افروز خط سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے ان ہی اختلافات کے دوران قیصر روم کو تحریر فرمایا تھا۔

روم کے بادشاہ قیصر نے عین اس وقت جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف شباب پر تھا اور قتل وقتال کی نوبت آ رہی تھی 'ان اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہا اور شام کے سرحدی علاقوں پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع مل گئی تو آپ نے قیصر روم کو خط میں لکھا " مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تم سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہو 'اے لعین! یاد رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کرلوں گا اور ان کا جو لشکر تم سے لڑنے کیلئے روانہ ہوگا میں اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا کر رکھ دوں گا۔ " جب یہ خط قیصر روم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے ارادہ سے باز آگیا اور لشکر کشی سے رک گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کفر کے مقابلہ میں اب بھی ایک جسم وجان کی طرح ہیں اور ان کا اختلاف سیاسی لیڈروں کا سا اختلاف نہیں ہے۔ (تاج العروس ۷/۲۰۸)

سیدنا حضرت معاویہؓ کا یہ خط اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ذاتی نام ونمود اور اقتدار کی خواہش ہرگز نہ رکھتے تھے بلکہ حضرت معاویہؓ " اشداء علی الکفار رحماء بینھم " کی عملی تصویر بنے ہوئے تھے۔ بہرحال یہ افسوسناک اختلاف اور قتال پیش آیا '۳۷ھ میں صفر کے مہینہ میں واقعہ صفین پیش آیا جس میں دونوں طرف بڑے بڑے اجلہ صحابہؓ وتابعینؒ شامل تھے۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان یہ جنگ چار پانچ سال تک جاری رہی۔ آخر کار حضرت معاویہؓ نے خود حضرت علیؓ کو لکھا " خونریزی بہت ہو چکی 'آیئے اس سے بہتر ہے صلح کرلیں 'میرے پاس شام ومصر رہے اور آپ کے پاس حجاز ویمن 'عراق وفارس اور کرمان رہیں نہ آپ مجھ پر حملہ کریں نہ میں آپ پر چڑھائی کروں۔" بات معقول تھی 'حضرت علیؓ نے بخوشی تمام شرائط منظور کرلیں۔ معاہدہ صلح لکھا گیا اور دونوں فریق اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اور یوں رنجش ورقابت کا دور ختم ہو کر محبت ومودت کا دور شروع ہوا۔

(ابن اثیر ۳/۳۲۴ 'تاریخ اسلام ذہبی ۱/۳۵۶)

بے شمار روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سبائیوں کی فتنہ سامانیوں کے سبب ان بزرگوں میں اتفاقیہ طور پر جو رنجش وکشمکش ———— پیدا ہوئی تھی 'وہ جلد ہی دور ہو گئی۔ اور ان میں رشتے ناطے ہونے لگے محبت واخوت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شرح نہج البلاغہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا "ابوالحسن (حضرت علیؓ) پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ بندگی میں سابقین سے زیادہ ہوئے اور لاحقین کی مجال نہیں کہ ان کے درجہ تک پہنچ سکیں" اسد الغابہ کی ایک روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ کی شان میں ایسی بات کہی جس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا 'حضرت معاویہؓ سننے کے بعد تاب نہ لاسکے بے ساختہ فرمایا کیا تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیؓ میرے لئے ایسے ہیں جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کیلئے 'سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" یہ فرمانے کے بعد آپ نے اس کو دربار سے نکلوا دیا اور منشی کو حکم دیا کہ وظیفہ خواروں کے دفتر سے اس کا نام کاٹ دے اور اسی طرح جب حضرت علیؓ نے سنا کہ کچھ لوگ معاویہؓ کو کافر یا فاسق کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا

" وہ میرے بھائی ہیں 'کافر یا فاسق نہیں ہیں۔" اور مزید استیصال کیلئے ایک گشتی فرمان جاری کیا جس میں تحریر تھا کہ " ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہمارا اور اہل شام (معاویہؓ) کا مقابلہ ہوا 'اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک 'ہمارا اور ان کا نبی ایک 'ان کا اور ہمارا اسلام یکساں 'اللہ ورسول کی تصدیق میں نہ ہم اپنے کو ان سے زیادہ کہتے ہیں اور نہ وہ اپنے کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں ' معاملہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ صرف خون عثمانؓ کے بارے میں ہم میں اور ان میں اختلاف ہوا اور ہم اس سے بری ہیں۔" (تاریخ نہج البلاغہ ۳/۱۲۵)

معاہدۂ صلح کے ایک سال بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے ایک باغی نے شہید کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمروؓ ابن العاص پر بھی حملہ ہوا مگر وہ بچ گئے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ جانشین خلافت ہوئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا وقت رحلت قریب ہوا تو آپ نے حضرت حسنؓ کو وصیت کی "بیٹا! معاویہؓ کی امارت قبول کرنے سے نفرت نہ کرنا ورنہ باہم کشت و خونریزی دیکھو گے۔" (ابن کثیر ۸/۱۳۱' ازالۃ الخفا ۲/۲۸۳)

چنانچہ حضرت حسنؓ حضرت معاویہؓ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے' اس لئے جب شیعان علیؓ نے معاویہؓ سے لڑنے کیلئے حضرت حسنؓ پر زور دیا تو آپ نے ان سے فرمایا "میرے والد ماجد مجھ سے فرما چکے ہیں..... معاویہؓ ایک دن خلیفہ ہو کر رہیں گے خواہ ہم کتنی ہی بڑی فوج لے کر ان کے مقابلہ کو نکلیں' لیکن غالب وہی رہیں گے کیونکہ مشائے خداوندی کو ٹالا نہیں جاسکتا۔" (الامامۃ والسیاسۃ ۱/۱۷۶) امیر المومنین حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سبائیوں کو پسند نہیں آئی وہ آپ کے دشمن ہوگئے اور کھلم کھلا آپ کو کافر اور مذلل المومنین کہنے لگے یہاں تک کہ مدائن میں آپ پر حملہ کیا' خیمہ لوٹا اور آپؓ کو نیزوں سے مارا۔ (استیعاب ۱/۴۳) پھر کیا ہوا..... ؟ یہ دردناک واقعہ امامیہ مورخین کی زبانی سنئے۔ ملا باقر مجلسی اور علامہ طبرسی لکھتے ہیں "جب امام حسنؓ کو نیزہ مارا گیا تو آپ زخم کی تکلیف سے کراہ رہے تھے اور ایک شخص زید بن وہب جہنی سے فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم میں معاویہؓ کو اپنے لئے ان لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں' جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا' میرا خیمہ لوٹا اور میرے مال پر قبضہ کیا۔ قسم بخدا میں معاویہؓ سے کوئی معاہدہ کر لوں جس سے میری جان اور میرے متعلقین کی حفاظت ہو جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ شیعے مجھے قتل کر دیں یا میرے متعلقین ضائع ہو جائیں واللہ اگر میں معاویہؓ سے لڑتا تو یہ میری گردن پکڑ کر معاویہؓ کے حوالے کر دیتے۔ (احتجاج طبرسی ۱۴۸)

ایسی ناقابل برداشت اذیتیں اٹھانے کے بعد جناب امیر المومنین سیدنا حسنؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب والد گرامی کی وصیت کے مطابق معاویہؓ سے صلح کر لینا ہی بہتر ہے' چنانچہ آپ نے مشورہ کے لئے چھوٹے بھائی سیدنا حسینؓ اور بڑے بہنوئی ابن جعفرؓ کو طلب کیا۔ حضرت حسینؓ کو قدرے اختلاف تھا لیکن حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے صلح کرنے کی پرزور موافقت کی۔ حضرت معاویہؓ بھی اپنے دل میں آرزوئے صلح لئے ہوئے بے چین و بے قرار ہو رہے تھے ان سے بھی نہ رہا گیا اور انہوں نے سیدنا حسنؓ سے پہلے ہی صلح کی تحریک پیش کر دی۔ علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کا حضرت حسنؓ مجتبیٰ سے صلح کرنے میں پیش دستی کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ موصوف کو دل سے مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور رعایا کے ساتھ بھلائی مقصود تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر ثبت فرما کر حضرت حسنؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ آپ جتنی شرطیں چاہیں اس پر لکھ دیں مجھے منظور ہے۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اپنی شرطیں لکھیں جسے حضرت معاویہؓ نے بلا کسی ترمیم کے منظور کر لیا۔

(اخبار الطوال ۲۳۰' ابن عساکر ۴/۲۲۳)

سیدنا معاویہؓ کی خلافت پر اجماع امت

اس طرح جناب سیدنا حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہوئے منصب امارت و خلافت ان کے حوالے کر دیا۔ بعض اصحاب کی خواہش ہوئی کہ حضرت حسنؓ اس کا اعلان فرما دیتے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

"مسلمانو! میں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی ہے اور ان کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا' تو ان کو پہنچ گیا..... اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا۔"

(تاریخ اسلام از اکبر نجیب آبادی ۱/۵۵۴)

(باقی آئندہ)